

# انصار حسین علیہ السلام ہی انصار اللہ ہیں ( حصہ اول)

<"xml encoding="UTF-8?">

؛؛

"بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ"

اللهم صلی علی محمد و آل محمد

وعجل فرجهم یَا لَیْتَنِی کُنْتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزُ فَوْزًا عَظِيمًا"

کاش میں بھی ان (شہدائے کربلا) کے ساتھ ہوتا تو پس درجہ عظیم پر فائز ہوتا"

## مقدمہ

چونکہ آغازِ جنگ کے ساتھ ساتھ انصارِ حسین علیہ السلام کی مجاہدانہ خدمات کا عملی سلسلہ شروع ہو گیا تھا اس لیے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ذکر حسین علیہ السلام کے ساتھ اصحاب و انصار کے مختصر حالاتِ زندگی خصوصیاتِ شخصی کا بھی جہاں تک کہ علم ہوسکا ہے تعارف ہونا چاہیئے اس لیے واقعات کی ترتیب کو مدنظر رکھتے ہوئے جن انصار کے کارنامے سامنے آئے ہیں انکے مختصر حالات سلسلہ کے ساتھ بعنوان "انصار حسین علیہ السلام ہی انصار اللہ ہیں" سلسلہ وار درج کیے جارہے ہیں اس سلسلہ کی پہلی قسط نظر قارئین ہے۔ انہی حالات کے ذیل میں جنگ کی تفصیلات اور واقعات کا بیان بھی ہوتا جائیگا ان شاء اللہ۔ اگرچہ شہدائے کربلا (ع) کے مفصل حالات و واقعات کے متعلق عربی میں - "ابصار العین فی انصار الحسین (ع)" اور

اردو میں - "شہدائے کربلا" (تین حصے)

جیسی جامع اور مستند کتابیں موجود ہیں۔ مگر یہاں ہم قبلہ آیت اللہ سید علی نقی النقوی اعلیٰ اللہ و مقامہ کی تصنیف "شہید انسانیت" سے استفادہ کرتے ہوئے ان حالات و واقعات کا لب لباب واقعاتی ترتیب سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

جو صاحبان مزید تحقیق و جستجو برائے تفصیل یا مختلف روایات پر بحث و تبصرہ کے طلبگار ہوں وہ مذکورہ بالا کتابوں کا مطالعہ فرما سکتے ہیں۔ جزاکم اللہ جمیعاً

اللہ بطفیل مظلوم کربلا امام حسین علیہ السلام ہم سبکو سچا حسینی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ الہی آمین

یاربی

والسلام علی من اتبع الهدی

؛؛

فقیر دریتول (س)

(مون کاظمی)

\*\*

آغازِ جنگ کے بعد اصحابِ حسین علیہ السلام میں سب سے پہلے میدانِ کارزار میں یہی آئے تھے۔

\* پورا نام و نسب :-

ابو وہب عبداللہ بن عمیر بن عباس بن عبدقیس بن علیم بن خباب الکلبی العلیمی تھا۔

\* حالات و واقعات :-

کوفہ کے رہنے والے اور قبیلہ ہمدان کے بئرجعد نام کے کنویں کے پاس اپنے ذاتی مکان میں سکونت رکھتے تھے۔ یہ مقام کوفہ کی گنجان آبادی سے بالکل باہر اُن باغاتِ خرما کے قریب تھا نو نخیلہ کی حدود میں واقع تھے۔ انکے ساتھ انکی رفیقہ حیات رھتی تھیں جو قبیلہ نمر بن قاسط سے تھیں اور ام وہب بنت عبد کے نام سے یاد کی جاتی تھیں۔ اہل سیر کا قول ہے کہ وہ بڑے سُورما، بہادر اور شریف انسان تھے۔ شیخ طوسی نے کتاب الرجال میں انکا تذکرہ اصحاب علی علیہ السلام میں کیا ہے۔

کوفہ میں میں جناب مسلم بن عقیل کی شہادت ہو چکنے پر جب ابن زیاد نے قتلِ حسین علیہ السلام کی تیاری شروع کی اس زمانہ میں عبداللہ بن عمیر بیرونِ شہر اپنے مکان ہی میں مقیم اور موجودہ صورتحال سے بالکل بے خبر تھے۔ جب امام حسین علیہ السلام کربلا پہنچ گئے اور ابن زیاد نے اپنی لشکرگاہ نخیلہ میں قرار دی تاکہ وہاں فوجوں کا معائنہ کرنے کے بعد کربلا کی جانب روانہ کرے تو اس غیر معمولی صورتحال کی طرف عبداللہ بن عمیر کو بھی توجہ ہوئی اور انہوں نے لوگوں سے واقعات کی نوعیت دریافت کی۔ انہیں بتایا گیا کہ یہ فوجیں دخترِ رسول (ص) فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے فرزند حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لیے بھیجی جارہی ہیں۔ یہ سننا تھا کہ بہادر عبداللہ کے ایمانی جذبہ میں تلاطم پیدا ہوا۔ انہوں نے خیال کیا کہ مجھے مشرکین سے جہاد کرنے کی حسرت رھی ہے ان لوگوں سے جہاد کرنا جو اپنے رسول (ص) کے نواسہ کے ساتھ جنگ کر رہے ہوں یقیناً اللہ کے نزدیک مشرکین کے ساتھ جہاد کرنے سے کم درجہ نہیں رکھتا ہوگا۔ یہ بات دل میں ٹھان کر وہ اپنی زوجہ کے پاس گئے اور انہیں اپنے ارادہ سے مطلع کیا۔ پاک عقیدہ اور پُر حوصلہ بی بی نے آتشِ شوق کو اور ہوا دی۔ اس طرح کہ انہوں نے کہا تم بھی جاؤ اور مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔ چنانچہ رات کے وقت دونوں روانہ ہوئے اور کربلا پہنچ کر انصارِ حسین علیہ السلام کے ساتھ ملحق ہو گئے۔

اس وقت جب فوجِ عمر سعد کی جانب سے تیروں کی بارش ہو چکی تھی جو پیغامِ جنگ کی حیثیت رکھتی تھی تو یسار اور سالم دونوں زیاد اور ابن زیاد کے غلام میدان میں آئے اور مبارزت طلب ہوئے۔ فوجِ حسینی میں سے حبیب ابن مظاہر اور بریر بن خضیر جوش میں بھرے ہوئے آگے بڑھے مگر امام (ع) نے انکو روک دیا۔ بس عبداللہ بن عمیر کو تو ولولہ جہاد تھا ہی وہ کھڑے ہو گئے اور اجازتِ جنگ چاہی۔ امام (ع) نے سر سے پیر تک ان پر نظر ڈالی گندمی رنگ، لانا قد، مضبوط کلاٹیاں اور بازو، کشادہ پشت اور سینہ ملاحظہ کرتے ہوئے بطور خود فرمایا: "بہادر اور جنگ آزما جوان معلوم ہوتا ہے" پھر فرمایا: "جاؤ اگر تمہارا دل چاہتا ہے" عبداللہ میدانِ جنگ میں آئے۔ فریقِ مخالف نے نام و نسب پوچھا اور انہوں نے بتایا۔ اس نے کہا ہم تم کو نہیں پہچانتے ہمارے مقابلہ میں زہیر بن قین یا حبیب بن مظاہر یا بریر بن خضیر کو آنا چاہیئے۔ پس یہ سنکر عبداللہ کو سخت غصہ آیا اسکا جواب سخت الفاظ میں دیتے ہوئے انہوں نے حملہ کر کے پہلے وار میں یسار کا کام تمام کردیا۔ عبداللہ اسکی طرف متوجہ ہی تھے کہ سالم نے تلوار کا وار کیا جو سر پر آچکا تھا جب انکو خبر ہوئی۔ بہادر نے بائیں ہاتھ کو سپر بنا دیا جس سے اس ہاتھ کی انگلیاں قطع ہو گئیں مگر عبداللہ نے اتنی دیر میں پلٹ کر ایک ضرب

شمشیر میں اسکا بھی خاتمہ کر دیا۔ زخم خوردگی کے غصہ اور اپنے دونوں حریفوں پر فتح پانے کے جوش سے متاثر عبداللہ بن عمیر رجز پڑھنے لگے جنکا مفہوم یہ تھا کہ

"اگر مجھے نہ پہچانتے ہو تو پہچان لو کہ  
میں قبیلہ کلب کاسپوت ہوں۔ میرے حسب  
و نسب کے لیے اتنا کافی ہے کہ خاندانِ  
علیم میں میرا گہرانہ ہے۔ میں ایک سخت  
مزاج اور درشت خُوانسان ہوں اور مصیبت  
کے وقت پست ہمتی سے کام لینے والا  
نہیں ہوں۔ اے ام وہب میں ذمہ داری کرتا  
ہوں تجھ سے کہ میں ان میں بڑھ بڑھ کر  
نیزے لگاؤنگا اور تلواریں ماروں گا اور اس  
طرح شمشیر زنی کروں گا جو خدا پر ایمان  
رکھنے والے جواں ہمت انسان کے شایانِ  
شان ہو"

ممکن ہے کہ یہ بہادرانِ عرب کی اس عام رسم کی بنا پر ہو کہ وہ اپنے کارناموں کا گواہ اپنی شریکِ زندگی  
خواتین کو بنایا کرتے تھے مگر عبداللہ کی زوجہ عام عورتوں کے مثل نہ تھیں وہ اپنے سینہ میں شیرانہ دل رکھتی  
تھیں اور اس دل میں ایمان کی غیر معمولی تڑپ کے ساتھ اپنے شوہر سے بے انتہا محبت تھی۔ ممکن ہے کہ  
جب انہوں نے اپنے شوہر سے فرمائش کی تھی کہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو تو اسی وقت وہ یہ نیت رکھتی  
ہوں کہ میں بھی شوہر کے ساتھ میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دوں گی اور اس وقت تک شاید وہ اپنے قلبی  
جذبات کو انتہائی بے چینی کے باوجود روکتی رہی ہوں، اہلِ حرم اور انکی ہمراہی خواتین کو دیکھ کر جو  
احکامِ اسلام کے تحت میدانِ جنگ سے کنارہ کش رہتے ہوئے خیموں میں جاگزیں تھیں۔

مگر عبداللہ بن عمیر کا میدانِ جنگ میں مذکورہ بالا اشعار پڑھنا جو ایک طرف ولولہ جنگ کے مظہر ، دوسری  
طرف جوشِ ایمان کا مرقع اور تیسری طرف قلبی واردات اور تعلقِ روحانی کے ترجمان تھے اور ان سے یہ پتہ تھا  
کہ وہ اس حرب و ضرب کے عالم میں بھی اپنی شریکِ حیات کی یاد اپنے دل میں اور اسکی تصویر اپنی آنکھوں  
میں لیے ہوئے ہیں اور اس کے ساتھ اپنی شجاعت اور سرفروشی کی داد اس سے لینا چاہتے ہیں۔ بس یہ  
اسباب تھے جنکی بناء پر ان اشعار نے ام وہب کے ضبط و صبر کے لیے "برقِ خرمن" کا کام کیا اور وہ بے تحاشہ  
ایک گُرز ہاتھ میں لیکر میدانِ جنگ میں آگئیں اور پکار کر کہنے لگیں کہ "میرے ماں باپ دونوں تم پر نثارِ اولاد  
رسول (ص) کی نصرت میں کوتاہی نہ ہونے پائے"

دلیر و غیور عبداللہ کے لیے یہ منظر انتہائی صبر شکن ثابت ہوا۔ وہ فوراً زوجہ کے پاس آئے اور چاہا کہ انہیں  
خیموں کی طرف پہنچادیں مگر وہ باتوں میں آنے والی نہ تھیں۔ عبداللہ بن عمیر کے ایک ہاتھ میں تلوار تھی  
جس سے دشمن کا خون ٹپک رہا تھا اور دوسرے ہاتھ کی انگلیاں کٹ چکی تھیں جن سے خود لہو جاری  
تھا۔ پھر بھی انہوں نے کوشش کی وہ اپنی قوت سے انہیں خیمہ کی طرف واپس کردیں مگر جوش میں پھری  
بہادر خاتون نے اپنا دامن عبداللہ کے ہاتھ سے چھڑالیا اور کہنے لگیں کہ "میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں جب تک

تمہارے ساتھ میں بھی قتل نہ ہو جاؤں" امام حسین علیہ السلام نے یہ ملاحظہ فرما کر ان کو آواز دی کہ "اللہ تم دونوں کو جزائے خیر دے اے مومنہ اہل حرم کے پاس جاؤ اور ان کے ساتھ بیٹھی رہو کیونکہ عورتوں پر سے جہاد ساقط ہے" ایمان اور اطاعتِ امام کا احساس تھا جو بے پناہ جذبہ الفت اور جوشِ قربانی پر غالب آیا اور ام وہب خواتین کے پاس خیمہ میں واپس چلی گئیں۔ اس کے بعد عبداللہ بن عمیر بھی صفِ مجاہدین میں واپس آگئے۔ اس کے بعد وہ میسرہ کے حملہ میں شریک ہوئے اور مسلم بن عوسجہ کے بعد شہادت پائی۔

#### \* شہادت :-

دوسرے اجتماعی حملہ کی کامیابی نے جو قتلِ مسلم کی صورت میں ظاہر ہوئی تھی لشکرِ مخالف کا دل بڑھا دیا تھا اس لیے اس کے بعد شمر بن ذی الجوشن نے میسرہ فوج کو لیکر حسینی میسرہ پر حملہ کیا اور اس طرف بھی اصحابِ حسین علیہ السلام نے بڑی پامردی سے مقابلہ کیا۔ اس موقع پر عبداللہ بن عمیر نے بڑی جانفشانی سے کام لیا اور دو سپاہی قتل کردیئے مگر اس کے بعد وہ ہانی بن ثبیت حضرمی اور بکیر بن حی تیمی کے ہاتھ سے درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ طبری نے تصریح کی ہے کہ وہ اصحابِ حسین علیہ السلام میں دوسرے مقتول تھے۔

زوجہ عبداللہ بن عمیر جنہوں نے اپنی زندگی کی تمام کائنات کو اپنے جذبہ ایمانی پر قربان کر دیا تھا یہ معلوم کر کے کہ ان کا عزیز شوہر ہمیشہ کے لیے ان سے جدا ہو گیا اور وہ کربلا کی تپتی زمین پر اپنے خون کی چادر اوڑھے موت کی نیند سو رہا ہے ایک مرتبہ پھر بے چین ہو کر اس ارادہ سے نہیں کہ وہ جنگ کریں گی یا اپنے شوہر کے خون کا بدلہ لیں گی صرف اس لیے کہ وہ اپنے شوہر کی لاش کو دیکھ لیں میدان میں پہنچیں۔ وہ شوہر کے سرہانے بیٹھ کر ان کے چہرہ سے گرد و غبار صاف کرتی اور کہتی جاتی تھیں کہ "تمہیں جنت مبارک ہو، بہشت کی سیر کرنا مبارک ہو، مگر دشمن کا ظلم و تشدد اس حد پر تھا کہ شمر نے اپنے غلام کو جس کا نام رستم تھا آواز دی کہ اس کا بھی کام تمام کر دے۔ وہ بڑھا اور اس نے ان ستم رسیدہ اور دل خستہ خاتون کے سر پر ایک ایسا گرز مارا کہ وہ شہید ہو گئیں اور اس طرح کربلا کے خونیں مرقع میں ایک قابلِ احترام خاتون کا مقدس لہو بھی شامل ہو گیا۔

\*\*

نمبر (02)۔> \* حُر بن یزید ریاحی \*

\* نام و نسب :-

حُر بن یزید بن ناجیہ بن قعنب بن عتاب بن ہرمی بن ریاح بن یربوع بن حنظلہ بن مالک بن زیدمناء بن تمیم التمیمی الیربوعی الریاحی۔

یہ خاندان عرب میں قدیمی عزت کا مالک تھا۔ عتاب جو حُر کی چوتھی پشت میں ہے نعمان بن منذر ملک حیرہ کے مخصوصین میں وہ درجہ رکھتا تھا کہ گھوڑے پر اس کے 'ردیف' کی صورت سے سوار ہوتا تھا۔ عتاب کے دو فرزند تھے۔ قیس اور قعنب، باپ کے انتقال کے بعد یہ منصب قیس کو حاصل ہوا۔ بنی شیبان نے اس سے منازعت کی جس کے نتیجہ میں 'یوم الطحفہ' کی خونریز جنگ واقع ہوئی۔ قیس کے سلسلہ میں اخوص شاعر ایک صحابی تھے جن کا نام و نسب زید بن عمر بن قیس بن عتاب تھا۔ طبقہ کے لحاظ سے وہ حُر کے باپ یزید کے چچازاد بھائی اور حُر کے رشتہ کے چچا ہوتے تھے۔

## \* حالات و واقعات :-

حُر کوفہ کے رؤسا میں سے تھے اور ابن زیاد کی فوج میں افسر کی حیثیت رکھتے تھے اور قادسہ کی فوج جو ناکہ بندی کے لیے تعینات تھی اس میں یہ بھی داخل تھے۔ اس کے بعد انکا امام حسین علیہ السلام کو روکنے کے لیے بھیجا جانا امام (ع) کا انکی تمام فوج کو شدت سے پیاسا دیکھ کر اپنے ساتھ کا گُل پانی پلانا اور امام (ع) سے انکی گفتگو اور آپ (ع) کے ارادہ روانگی کے موقع پر سدِ راہ ہونا اور آپ (ع) کو گھیر کر میدانِ کربلا تک لانا اور ابن زیاد کا خط پاکر آپ (ع) کو یہاں قیام کرنے پر مجبور کرنا۔ اس کے بعد صبحِ عاشور انکا لشکرِ یزید سے علیحدہ ہو کر اصحابِ حسین علیہ السلام میں شامل ہونا یہ تمام واقعات معروف ہیں۔

آغازِ جنگ کے بعد جب عبداللہ بن عمیر کلبی ایک کارِ نمایاں انجام دے چکے یعنی دستِ بدست لڑائی میں انہوں نے یسار اور سالم کو قتل کر دیا تو اس شکست کے غصہ میں برافروختہ ہو کر عمرو بن الحججاج نے جو میمنہ لشکرِ یزید پر تھا مجموعی قوت سے حسینی جماعت پر حملہ کر دیا۔

اس سخت موقع پر حسینی مجاہدوں نے اپنے گھٹنے ٹیک دیئے اور نیزوں کی انیاں سامنے کر دیں جن سے دشمن کے گھوڑے اپنی جگہ ٹھہر گئے اور آگے نہ بڑھ سکے۔ اس کے بعد جب وہ لوگ واپس ہونے لگے تو انہوں نے انکو تیروں کا نشانہ بنایا جس سے چند آدمی ان میں قتل اور چند زخمی ہوئے۔

جنگ کی اس شدت کو دیکھ کر بظاہر حُر کو خیال ہوا کہ کہیں کوئی ناصرِ حسین علیہ السلام مجھ سے پہلے نہ قتل ہو جائے یہ سوچ کر انہوں نے خدمتِ امام (ع) میں عرض کیا 'فرزندِ رسول (ص)! چونکہ سب سے پہلے آپ (ع) سے لڑنے کو آیا تھا لہذا چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ سب سے پہلے میں ہی آپ (ع) کے قدموں پر نثار ہوں اور اس طرح دنیا سے جاکر آپ (ع) کے جدِ بزرگوار (ص) کی دستِ بوسی کا شرف حاصل کروں' امام (ع) نے اجازت دیدی اور حُر میدانِ جنگ میں پہنچے اور کچھ اشعار رجز میں پڑھنے لگے جسکا مفہوم یہ تھا کہ میں حُر ہوں اور مہمانوں کا پناہ دینے والا ہوں۔ میں تمہاری گردنوں پر تلواریں ماروں گا۔ اس امام کی جانب سے جو سرزمینِ مکہ کا سب سے بہتر رہنے والا ہے میں تم کو یہ تیغ کر دوں گا اور ذرا بھی اسکو ظلم نہیں سمجھوں گا۔ اس رجز کے بعد انہوں نے حملہ کرتے ہوئے شمشیر زنی شروع کر دی۔ اس کے پہلے جب حُر لشکرِ عمر سعد سے جدا ہو کر اصحابِ حسین علیہ السلام میں شامل ہوئے تھے تو یزیدی لشکر کے ایک سپاہی یزید بن سفیان تیمی نے کہا تھا کہ 'بخدا اگر میں حُر کو دیکھ لیتا اس وقت جب وہ لشکر سے نکل کر جا رہا تھا تو ایک نیزہ میں اُسکا کام تمام کر دیتا' اب جو حُر تن تنہا اتنے بڑے لشکر کے مقابلہ میں جنگ کر رہے تھے آگے بڑھ کر تلواریں لگا رہے تھے اور عنترہ کا یہ شعر انکی زبان پر تھا کہ

"ماذلت ارمیہم بثغرة نحرہ

ولبانہ حتی تسر بل بالدم"

یعنی میں برابر ان پر پھینکتا رہا اپنے

گھوڑے کی گردن اور اس کے سینہ

کو یہاں تک کہ اس گھوڑے نے سر

سے پاؤں تک خون کی چادریں اوڑھ

لیں"

اور یہ شعر حقیقتاً ان کے حسبِ حال تھا کیونکہ انکا گھوڑا زخمی ہو چکا تھا۔ اس وقت حصین بن تمیم نے جو

قادیسیہ کی ناکہ بندی پر مامور فوج کا افسر تھا یزید بن سفیان سے کہا کہ دیکھو خُر یہی تو ہے جس کے قتل کرنے کی تم آرزو رکھتے تھے۔ اس نے کہا اچھا یہ کہہ کر وہ باہر نکلا اور پکارا خُر کیا مقابلہ منظور ہے؟ خُر نے کہا ہاں ضرور! اور یہ کہتے ہی سامنے آگئے خود حصین کا قول نقل کیا جاتا ہے کہ بس یہ معلوم ہوا جیسے یزید کی جان خُر کے قبضہ میں تھی۔ چنانچہ وہ دم کے دم میں قتل ہو گیا۔ یہ ایسا پرہیبت منظر تھا کہ دشمن کا پرا بند ہو گیا اور خُر کے مقابلہ میں پھر کوئی نہ نکلا۔ آخر وہ اپنے گھوڑے کو جو بری طرح زخمی ہو چکا تھا موڑ کر اپنے مرکز کی طرف واپس ہو گئے۔

\* اسکے بعد پھر وہ جنگ مغلوبہ میں شریک ہوئے اور ظہر کی نماز کا وقت آنے کے بعد شہید ہوئے۔ اسکی تفصیل ترتیب شہادت کے اعتبار سے بعد میں درج کی جائیگی۔

\*\*

نمبر (03)۔ \* مسلم بن عوسجہ اسدی \*

اصحابِ حسین علیہ السلام میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔

\* نام و نسب :-

ابو حجل مسلم بن سعد بن ثعلبہ بن دودان بن اسد بن خزیمہ اسدی سعدی۔

ممتاز و معزز اشرافِ عرب میں سے سدارِ قوم ، عابد و تہجد گزار تھے اور انہوں نے رسول (ص) کی زیارت کی تھی۔ شعبی ایسے محدث نے ان سے روایتِ احادیث کی ہے۔ ان تمام خصوصیات کے ساتھ وہ فارس میں بھی تھے اور میدانِ کارزار میں انہوں نے کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔ سنہ 20ھ میں جب حذیفہ بن یمان کی سرکردگی میں فوجِ اسلام نے ایران کے ترکستانی علاقہ آذربائیجان کو فتح کیا تھا تو اس میں مسلم بن عوسجہ بھی شریک تھے اور انہوں نے اس جنگ میں بہت سے مشرکین کو بھی قتل کیا تھا۔ میدانِ کربلا میں وہ سنِ رسیدہ اور ضعیف العمر ہو چکے تھے۔

\* حالات و واقعات :-

مجاہدہ حسینی سے متعلق انکی خدمات کا سلسلہ عاشور محرم سے بہت پہلے سے شروع ہو چکا تھا چنانچہ جب ابن زیاد کے کوفہ پر مسلط ہونے کے بعد مسلم بن عقیل (ع) ہانی کے گھر میں فروکش ہوئے اور انہوں نے بیعت کرنے والوں کی ازسرنو تنظیم شروع کی تھی تو مسلم بن عوسجہ ان کے نمائندہ خاص کی حیثیت سے انکی بیعت اور اہلبیتِ رسول (ص) کے ساتھ وفاداری کا عہد و پیمان لیتے تھے مگر شہادت جناب مسلم بن عقیل (ع) کے بعد پتہ نہیں چلتا کہ کہاں گئے اور پھر کس طرح امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ گئے۔ شبِ عاشور حضرت امام حسین علیہ السلام نے جو تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا تھا جسکا ماحصل یہ تھا کہ تم سب مجھے چھوڑ کر علیحدہ ہو جاؤ اور مجھے تنہا ان سے مقابلہ کرنے دو اسکے جواب میں عزیزوں کے بعد سب سے پہلے مسلم بن عوسجہ ہی کھڑے ہوئے تھے اور تاریخِ انسانی کے لیے یادگار جوش اور خلوص میں بھرے ہوئے یہ الفاظ کہے تھے کہ

"بہلاہم اور آپ (ع) کو چھوڑ کر چلے جائیں

اور خدا کے سامنے جواب دہی کا سامان نہ

کریں۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ بخدا میں اتنا لڑوں  
 گا کہ ان کے سینوں میں اپنے نیزوں کو  
 توڑوں گا اور تلواریں لگاؤں گا۔ جب تک کہ  
 اسکا قبضہ میرے ہاتھ میں سنبھل سکے  
 گا۔ مگر آپ (ع) سے کبھی جدا نہ ہونگا  
 یہاں تک کہ اگر میرے پاس ہتھیار نہ ہوں گے جن سے جنگ کرسکوں تو انہیں پتھر  
 مارونگا۔ آپ (ع) کی نصرت میں یہاں تک کہ  
 آپ (ع) ہی کے ساتھ رہتے ہوئے دنیا سے  
 چلا جاؤں گا"

صبح عاشور شمر نے خیامِ حسینی کی پشت پر خندق میں آگ کے شعلے بھڑکتے ہوئے دیکھ کر جو گستاخی کا  
 تخاطب کیا تھا اسکے جواب میں بھی مسلم بن عوسجہ نے غیظ میں آکر اسکو اپنے تیر کا نشانہ بنانا چاہا مگر  
 امام (ع) کے مانع ہونے کی وجہ سے خاموش ہوگئے تھے۔  
 اب جنگ چھڑنے کے بعد کہاں ممکن تھا کہ معرکہ کارزار میں وہ کسی سے پیچھے رہ جاتے۔ وہ بوڑھے ضرور تھے  
 مگر نصرتِ امام حسین علیہ السلام میں انکا جوش و ولولہ جوانوں سے بدرجہا بڑھا ہوا تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا  
 کہ اصحابِ امام میں سب سے پہلے وہی درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

#### \* شہادت :-

اس وقت جب عبداللہ بن عمیر دست بدست جنگ کر چکے تھے اور خُرب بھی میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دے  
 چکے تھے تو نافع بن حلال جملی نے آگے بڑھ کر لڑنا شروع کیا اور وہ کہتے جاتے تھے کہ "میں قبیلہ بنی جمل  
 سے ہوں میں علی کے دین پر ہوں" انکے مقابلہ پر ایک شخص آیا جسکا نام مزاحم بن حریث تھا۔ اس نے کہا  
 'میں عثمان کے دین پر ہوں' نافع نے غصہ میں بھرے ہوئے جواب کے ساتھ اس پر حملہ کیا اور اسکو قتل  
 کردیا۔

ان پیہم نقصانات سے جو افواجِ مخالف کو برابر ہو رہے تھے سردارانِ لشکرِ یزید پریشان ہوگئے۔ عمرو بن  
 الحجاج نے جو پہلے ہی ایک حملہ کرکے ناکام واپس جاچکا تھا۔ زور سے اپنی فوج کو للکارا اور بلند آواز سے کہا  
 "بے وقوفوں! تم جانتے بھی ہو کہ تم کس سے جنگ کررہے ہو؟ یہ ملک کے خاص شہسوار اور جانوں پر کھیلے  
 ہوئے افراد ہیں۔ تم میں سے کوئی شخص انفرادی طور پر ان سے جنگ کے لیے نہ نکلے۔ ہاں چونکہ انکی تعداد  
 بہت کم ہے اس لیے یہ بہت تھوڑی دیر زندہ رہ سکتے ہیں۔ اگر تم سب مل کر فقط پتھر ہی ان پر برساؤ تو بھی  
 انکو قتل کر سکتے ہو"

یہ مشورہ کہ دست بدست جنگ نہ کی جائے عمر سعد کو پسند آیا اور تمام لشکر میں فرمان جاری کردیا کہ کوئی  
 شخص مبادز طلبی کے لیے میدان میں نہ نکلے۔ پھر عمرو بن الحجاج نے آگے بڑھ کر تمام لشکر میں جوش پیدا  
 کرانے کے خیال سے ایک تقریر کی اور کہا 'اے اہلِ کوفہ اطاعت اور وفاداری کے پابند رہو اور اپنی جماعت سے  
 الگ نہ ہو اور ذرا بھی شک و شبہ نہ کرو۔ ان لوگوں کے قتل کے بارے میں جو دین سے نکل گئے ہیں اور امام  
 وقت (یزید) کے مخالف ہیں'

امام حسین علیہ السلام نے یہ گمراہ کن الفاظ سنکر جواب دینا ضروری سمجھا اور ارشاد کیا کہ "او عمرو بن

الحجاج تو لوگوں کو میرے خلاف آمادہ کرتا ہے! کیا ہم دین سے نکل گئے ہیں اور تم دین پر قائم ہو؟ قسم بخدا عنقریب اس وقت جبکہ تمہاری جانبیں ان جسموں سے جدا ہونگی اور تم اپنے ان اعمال پر دنیا سے جاؤ گے معلوم ہوگا کہ کون دین سے نکلا تھا اور کون آتشِ جہنم میں جلنے کا مستحق تھا"

بہرطور عمرو بن الحجاج نے اپنی فوج کو آمادہ کر ہی لیا تھا۔ چنانچہ اس نے پورے جوش و خروش سے میمنہ کی فوج کے ساتھ فرات کی جانب سے جماعتِ حسینی پر حملہ کیا۔ اس جماعت کے چھوٹے سے میسرہ نے ایسی پامردی سے مقابلہ کیا کہ دشمن کو پھر واپس ہونا پڑا مگر غبار کا دامن چاک ہوا تو مسلم بن عوسجہ خاک و خون میں غلطاں نظر آئے۔ امام حسین علیہ السلام فوراً مسلم بن عوسجہ کے سرہانے پہنچے جبکہ ان میں رمقِ جان باقی تھی۔ آپ (ع) نے ان کے لیے دعائے خیر کرتے ہوئے اس آیت کی تلاوت فرمائی :

"فمنہم من قضیٰ نحبه من ینتظروما بدلوا تبدیلا"

کچھ لوگ جانے والے گزر گئے اور کچھ وقت کے منتظر ہیں مگر کوئی اپنی بات سے ہٹا نہیں" حبیب بن مظاهر جو امام (ع) کے ساتھ ساتھ تھے مسلم بن عوسجہ کے قریب گئے اور ان سے کہا کہ تمہارا ساتھ چھوٹنے کا بڑا صدمہ ہے مگر میں تمہیں جنت کی مبارکباد دیتا ہوں۔ مسلم بن عوسجہ نے کمزور آواز میں جواب دیا "تمہیں بھی ہر طرح کی خیر و برکت کی مبارکباد قبول ہو" حبیب بن مظاهر نے کہا "اگر مجھے یقین نہ ہوتا کہ میں بھی عنقریب تمہارے پیچھے پیچھے آتا ہوں تو کہتا کہ کچھ وصیت کرو اور میں اس وصیت کو پورا کروں" مسلم بن عوسجہ نے جواب میں امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "وصیت جو کچھ بھی ہے وہ اسی ذات کے متعلق ہے۔" (مطلب یہ تھا کہ تم بھی ان ہی پر اپنی جان نثار کرنا) حبیب بن مظاهر نے کہا "ضرور خدا کی قسم ایسا ہی ہوگا"

عمرو بن حجاج کے ساتھ بدحواس فوج اس مختصر سی جماعت کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر بے تحاشہ بھاگی تھی۔

اسے خبر نہ تھی کہ کون قتل ہو گیا مگر مسلم بن عوسجہ کے ساتھ انکے اہل و عیال موجود تھے۔ جب انکی شہادت کی خبر خیمہ میں پہنچی تو ایک کنیز نے چیخ مار کر کہا "ہائے ابن عوسجہ! میرے آقا! اس آواز کو سنکر مخالف لشکر میں خوشیاں ہونے لگیں کہ ہم نے مسلم بن عوسجہ کو قتل کیا۔ اس پر شہت بن ربیع کو غصہ آگیا اور اس نے کہا 'غضب کی بات ہے کہ مسلم بن عوسجہ کا سا شخص قتل ہو اور تم لوگ خوشیاں مناؤ۔ بخدا میں نے خدمتِ اسلام میں اس شخص کے کارنامے دیکھے ہیں۔ آذربائیجان کی جنگ میں میرا چشم دید واقعہ ہے کہ ابھی مسلمانوں کے لشکر کی پوری صف بندی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ اس بہادر نے چہ آدمی فوجِ مشرکین کے قتل کر دیئے تھے۔ ایسا شخص تمہارے ہاتھ سے مارا جائے اور تم خوش ہو" ظاہر بین نگاہوں کو یہ باتیں معمولی معلوم ہوتی ہونگی مگر حقیقتاً یہ امام حسین علیہ السلام کی حقانیت کی وہ صریحی علامات تھیں جو دورانِ جنگ برابر آنکھوں کے سامنے آرہی تھیں۔

\*\*

\* اس کے بعد کربلا کے دوسرے شہید "عبدالله بن عمیر کلبی" ہوئے جنکا ذکر شہادت گزشتہ قسط میں انکے حالات و واقعات میں گزر چکا ہے۔

\*\*

سنِ رسیدہ تابعی، عبادت گزار اور حافظِ قرآن حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کے اصحاب میں سے کوفہ کے باشندہ اور قبیلہ ہمدان کے اشراف میں سے ابو اسحق ہمدانی سبعی مشہور محدث و حافظ کے ماموں تھے۔ مسجدِ کوفہ میں لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ لوگ ان کو "سید القراء (حفاظ کا سردار)" کہتے تھے۔ راستے میں کہیں پر پہنچ کر امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہو گئے اور خُر کی ملاقات کے بعد جو خطبہ امام (ع) نے ارشاد فرمایا تھا اسکے جواب میں زہیر بن قین اور نافع بن ہلال کی تقریروں کے بعد انہوں نے بھی ایک مختصر سی تقریر کی تھی۔ جب بریر نے کچھ مزاح کیا اور عبدالرحمن بن عبدربہ نے کہا یہ مذاق کا وقت نہیں ہے تو بریر بن خضیر نے جواب دیا کہ "خدا کی قسم میرے قوم و قبیلہ والے اس سے واقف ہیں کہ مجھے جوانی سے لیکر اس عمر تک کبھی مذاق سے دلچسپی نہیں رہی مگر اس وقت تو اپنے مستقبل کے تصور سے میری خوشی کی انتہا نہیں کہ ادھر جنگ میں تلوار چلی اور بس نتیجہ میں ہمارے لیے آخرت کی زندگی اور سعادت نصیب ہوئی۔

اس سے بریر بن خضیر کے شوقِ شہادت کا پورا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اسی جذبہ بے قرار کا نتیجہ تھا کہ وہ جنگ میں سبقت کرنا چاہتے تھے چنانچہ سب سے پہلے جو دو غلام زیاد و ابنِ زیاد کے لشکرِ یزید سے نکلے اور انہوں نے مبارز طلبی کی تو حبیب بن مظاہر اور بریر بن خضیر کھڑے ہو گئے تھے مگر امام حسین علیہ السلام نے ان کو روک دیا تھا۔ جماعتِ حسینی میں انکا نمایاں حیثیت رکھنا اس سے بھی ظاہر ہے کہ جب عبداللہ بن عمیر کلبی میدان میں گئے تو ان دونوں غلاموں نے کہا کہ ہم تم کو نہیں جانتے ہمارے مقابلے کے لیے زہیر بن قین، حبیب بن مظاہر یا بریر بن خضیر کو آنا چاہیئے۔ گزشتہ جنگِ مغلوبہ کے بعد دست بدست مقابلہ کے لیے یزید بن معقل لشکرِ یزید میں سے میدانِ جنگ میں آیا۔ اسکی اور بریر کی پرانی ملاقات تھی اور مذہبی نوک جھوک بھی ہو جایا کرتی تھی۔ اس لیے اس نے میدانِ جنگ میں بریر کو آواز دی کہ 'دیکھا تم نے خدا نے تمہارے ساتھ کیسا سلوک کیا؟' بریر نے کہا "خدا نے میرے ساتھ تو بڑا اچھا سلوک کیا۔ ہاں تو اپنی کہہ کر بڑا بدنصیب ثابت ہو رہا ہے" یزید بن معقل نے جواب دیا جھوٹ کہتے ہو حالانکہ اس سے پہلے تمہیں جھوٹ بولنے کی کبھی عادت نہیں تھی۔ خیر یہ بتاؤ کہ تمہیں یاد ہے ایک دن ہم اور تم بنی لوزان کے کوچہ سے گزر رہے تھے اور تم کہہ رہے تھے کہ عثمان گنہگار تھے اور معاویہ خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنیوالا ہے اور امام بحق بس علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ بریر نے کہا کہ "میں اب بھی اپنے اسی خیال پر قائم ہوں" یزید نے کہا اچھا اس پر تیار ہو کہ میں تم سے مباہلہ کروں اور ہم تم دونوں مل کر خدا سے دعا کریں کہ وہ جھوٹے پر لعنت کرے اور جو حق پر ہو اسکے ہاتھ سے باطل پرست کو قتل کرادے۔ پھر میں تم سے جنگ کروں۔ یزید بن معقل نے اسکو منظور کر لیا۔ دونوں فوجوں کی آنکھیں لڑی تھیں۔ دونوں نے آمنے سامنے کھڑے ہو کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور خدا سے دعا کی۔ پھر جنگ میں مشغول ہو گئے۔ بس صرف دو ضربوں کی ردوبدل ہونے پائی اس طرح کہ پہلے یزید بن معقل نے تلوار لگائی جو بریر پر اچٹتی ہوئی پڑی اور کوئی صدمہ انہیں نہیں پہنچا۔ پھر بریر نے تلوار ماری جو خود کو کاٹتی ہوئی اسکے دماغ تک پہنچی اور وہ گھوڑے سے زمین پر گر پڑا۔ اس حالت سے کہ بریر کی تلوار اسکے کاسہ سر میں در آئی ہوئی تھی اور وہ اسے باہر کھینچ رہے تھے۔ اسی حالت میں رضی بن منقر عبدی نے ان پر حملہ کر دیا۔ وہ بریر سے لپٹ گیا اور کشتی لڑنے لگا۔ بریر اسکو گرا کر سینہ پر سوار ہو گئے۔ کمینہ اور بزدل دشمن چیخ اٹھا اور پکارنے لگا۔ 'کہاں ہیں جنگ جو پہلوان کہاں ہیں مدافعت کرنیوالے جوان' دفعۃً کعب بن جابر بن عمرو زدی بریر پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھا لشکرِ یزید کے دوسرے سپاہیوں نے اسکو منع بھی کیا کہ یہ بریر حافظِ قرآن ہیں جو مسجد میں حفظِ قرآن کرایا کرتے تھے مگر اس نے نہ مانا اور

پشت کی جانب سے بریر پر نیزہ کا وار کردیا جو سینہ سے پار ہوگیا اور بریر زمین پر گرگئے۔ اس نے تلوار لگا کر بریر بن خضیر کو شہید کردیا۔

\*\*

#### نمبر(05).<\* منجح بن سہم \*>

جماعت حسینی میں آزاد افراد کے ساتھ غلاموں کی نمائندگی بھی کافی تھی۔ ان میں سب سے پہلے سلسلہ شہداء میں جنکا نام آتا ہے وہ منجح ہیں۔

شیخ الطائفہ نے کتاب الرجال میں انکا نام اصحابِ حسین علیہ السلام میں شمار کیا ہے۔ زمخشری نے ربیع الابرار میں لکھا ہے کہ حسینہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی کنیز تھی جسے آپ (ع) نے نوفل بن حارث بن عبدالمطلب سے خرید فرمایا تھا اور اسکی شادی سہم سے کردی تھی۔ اس طرح منجح کی ولادت ہوئی اور چونکہ یہ کنیز علی بن الحسین علیہما السلام (زین العابدین) کے گھر میں خدمات انجام دیتی تھی اس لیے حضرت امام حسین علیہ السلام عراق کی طرف روانہ ہوئے تو وہ اپنے فرزند منجح سمیت آپ (ع) کے ہمراہ آئی۔ کربلا میں انکی شہادت اوائل جنگ میں ہی واقع ہوئی اور وہ حسان بن بکر حنظلی کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔

\*\*

#### نمبر(06).<\* عمر بن خالد \*>

پورا نام عمر بن خالد بن حکیم بن حزام الاسدی الصیداوی تھا۔ کوفہ کے اشراف میں سے اور اہلبیت علیہم السلام کے سچے محب تھے۔ شروع میں جناب مسلم بن عقیل علیہ السلام کی نصرت کے لیے نکلے تھے مگر جب اہل کوفہ نے انکا ساتھ چھوڑ دیا اور کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو یہ بھی رویوش ہوگئے یہاں تک کہ امام حسین علیہ السلام عراق کی حدود میں پہنچے اور آپ (ع) نے قیس بن مسہر صیداوی کو اپنی آمد کے اطلاع کے ساتھ کوفہ روانہ کیا۔ قیس راستے میں گرفتار ہوگئے اور انکے قتل کا حکم ہوا مگر انہوں نے مرتے مرتے حسین علیہ السلام کی سفارت کے حق کو ادا کردیا۔ اعلان کرکے کہ امام حسین علیہ السلام مقام حاجر تک پہنچ گئے ہیں جسکو جانا ہو انکے پاس چلا جائے۔ یہ خبر عمر بن خالد کو پہنچی تو وہ اپنے غلام سعد اور تین دوسرے ہمراہیوں کے ساتھ غیرمعروف راستے سے ہوکر بہت تیز رفتاری کے ساتھ منزل عذیب الہجانات پر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ گئے۔

جبکہ حُر بن یزید ریاحی امام (ع) کی نقل و حرکت کی نگرانی کے لیے پہنچ چکا تھا چنانچہ حُر نے مداخلت کی اور کہا کہ یہ لوگ آپ (ع) کے ساتھ نہیں آئے تھے اس لیے یا تو میں انہیں گرفتار کروں گا یا کوفہ واپس ہوں مگر امام (ع) نے فرمایا "اب جبکہ یہ میرے پاس پہنچ گئے ہیں اور میری امان میں آگئے تو میں انہیں تمہارے سپرد نہیں کرسکتا۔

روز عاشور جنگ چھڑنے کے بعد یہ اور انکے ساتھی وہ پانچ آدمی تھے جنہوں نے بیک وقت فوجِ دشمن پر حملہ کیا اور لشکر میں گھس کر شمشیرزنی کرنے لگے۔ لشکرِ یزید نے ان بہادروں کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور جماعتِ حسینی سے بالکل جدا کردیا۔ یہ دیکھ کر امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی "ابو الفضل العباس علیہ السلام" کو انکی مدد کے لیے بھیجا۔ آپ (ع) نے جاکر تین تنہا فوج پر حملہ کیا اور تلوار چلانا شروع کی یہاں تک کہ لشکر کو منتشر کردیا اور ان زخمی بہادروں کو دشمن کے حلقہ سے نکال کر اپنی جماعت کی طرف واپس لے چلے۔ ابھی راستہ پورا طے نہیں ہوا تھا کہ دشمن تعاقب کے لیے آتے نظر آئے۔ عباس علیہ السلام نے ان بہادروں

کو اپنے آگے کیا اور آپ (ع) خود بغرضِ حفاظت پیچھے ہو گئے تاکہ انکو کوئی گزند نہ پہنچنے پائے۔ مگر دشمن کے قریب پہنچتے ہی زخمی بہادروں کے جوش کی انتہا نہ رہی اور وہ جناب عباس علیہ السلام کی حفاظت سے نکل کر دشمنوں پر جھپٹ پڑے اور باوجودیکہ زخموں سے بالکل بے حال تھے لیکن جان توڑ کر شمشیرزنی کی اور آخر ایک ہی جگہ پر گر کر شہید ہو گئے۔ جناب عباس علیہ السلام نے مجبوراً امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں واپس آکر اس واقعہ کی اطلاع دی۔ حضرت (ع) نے چند بار ان بہادروں کے لیے درگاہِ باری سے رحمت طلب فرمائی۔

\*\*

#### نمبر (07). <\* سعد مولیٰ عمر بن خالد \*

شریف النفس اور بلند ہمت غلام تھے جنہوں نے اپنے مالک عمر بن خالد صیداوی کا آخر وقت تک ساتھ دیا۔ وہ اپنے مالک کے ساتھ اس مختصر قافلہ میں آکر اصحابِ حسین علیہ السلام سے ملحق ہوئے تھے جو منزل عذیب الہجانات پر خدمتِ امام علیہ السلام میں پہنچا اور جنگ میں بھی وہ اپنے ہمراہیوں کے جتھے میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

\*\*

#### نمبر (08). <\* مجمع بن عبداللہ العائذی \*

مجمع بن عبداللہ بن مجمع بن مالک بن ایاس بن عبدمنانہ بن سعد العشیرۃ المذحجی العائذی۔

یہ تابعین میں سے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانہ میں متولد ہوئے تھے انکے والد نے رسول اللہ (ص) کی صحبت کے شرف کو حاصل کیا تھا اور خود مجمع حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کے اصحاب میں داخل تھے۔ چنانچہ جنگِ صفین کے واقعات کے ذیل میں انکا تذکرہ پایا جاتا ہے۔ یہ بھی ان پانچ اشخاص میں سے تھے جو منزل عذیب الہجانات پر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور جب آپ (ع) نے ان سے کوفہ کی حالت سے متعلق دریافت فرمایا تو مجمع نے حسبِ ذیل الفاظ میں اہل کوفہ کی تصویر کشی کی تھی۔ "بڑے بڑے آدمیوں کو تو بڑی رشوتیں دی گئی ہیں اور گھٹڑیاں بہر بہر کر مال و دولت عطا کیا گیا ہے تاکہ وہ موافق رہیں اور خیر خواہی کرتے رہیں۔ اس لیے سب متفق ہیں آپ (ع) کے خلاف اور عوام ان کے دل تو آپ (ع) کی طرف جھکتے ہیں مگر تلواریں انکی کل آپ (ع) کے خلاف کھنچی ہوئی ہونگی"

روزِ عاشور انہوں نے بھی اپنے جتھے کے ساتھ دشمن سے جنگ کی اور درجہ شہادت حاصل کیا۔

\*\*

#### نمبر (09). <\* عائذ بن مجمع \*

مجمع بن عبداللہ عائذی کے فرزند تھے۔ اپنے والد کے ساتھ منزل عذیب الہجانات پر امام حسین علیہ السلام کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا تھا اور انہی کے ساتھ اپنے جتھے میں رہتے ہوئے جنگ میں شرکت کی اور شہید ہوئے۔

\*\*

#### نمبر (10). < \*جنادہ بن حارث سلمانی \* >

سلمان قبیلہ مراد کی ایک شاخ اور مراد قبیلہ مذحج کا ایک شعبہ ہے۔ جنادہ بن حارث کوفہ کے باشندہ اور مشاہیر شیعہ میں سے تھے۔ عہدِ رسول اللہ (ص) کا ادراک کیا پھر حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کے ساتھ رہے اور جنگِ صفین میں جہاد کیا۔ شیخ طوسی نے کتاب الرجال میں انکا نام اصحابِ حسین علیہ السلام میں درج کیا ہے۔

جب جناب مسلم بن عقیل علیہما السلام کوفہ میں امام حسین علیہ السلام کی بیعت لے رہے تھے تو جنادہ نے وفاداری کے ساتھ بیعت کی اور جناب مسلم کے ساتھ جہاد میں شریک بھی ہوئے مگر جب فضا جناب مسلم (ع) کے خلاف ہو گئی تو وہ بھی مثل دیگر اشخاص کے مخفی ہو گئے اور آخر اسی جتھے میں جو منزل عذیب الہجانات میں خدمتِ امام (ع) میں پہنچا تھا وہ بھی حاضر ہوئے اور اسی جتھے کے ساتھ رہ کر جنگ بھی کی اور درجہ شہادت حاصل کیا۔

\*\*

#### نمبر (11). < \*جندب بن حجیر کندی خولانی \* >

کوفہ کے باشندہ اور ممتاز شیعہ افراد میں سے تھے۔ حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کی صحبت سے شرفیاب ہوئے اور جنگِ صفین میں کندہ اور ازد کے رسالوں کے افسر تھے۔ جب امام حسین علیہ السلام کوفہ کی سمت راہ پیما تھے تو حُر کی ملاقات سے پہلے ہی وہ خدمتِ امام میں پہنچ کر ہمراہی کے شرف سے بہرہ یاب ہوئے اور روزِ عاشور جنگ کے ابتدائی ہنگام میں جنگ کر کے شہید ہوئے۔

\*\*

#### نمبر (12). < \*یزید بن زیاد بن مہاصر ابوالشعثاء کندی بہدلی \* >

شیعانِ کوفہ میں سے شریف ، بہادر اور جنگ آزمہ تھے۔ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حُر کی ملاقات سے پہلے حاضر ہوئے اور پھر ہمراہ ہمرکاب رہے تھے۔ جب کربلا کی سرزمین کے قریب پہنچ کر حُر کے پاس ابنِ زیاد کا قاصد یہ خط لایا تھا کہ جہاں یہ خط پہنچے وہیں حسین علیہ السلام کو اترنے پر مجبور کیا جائے تو ابوالشعثاء نے اس قاصد کو پہچانا تھا کہ وہ مالک بن نسریدی ہے۔ چونکہ وہ بھی قبیلہ کندہ سے تھا اس لیے ابوالشعثاء نے اسکو نصیحت کرنا ضروری سمجھتے ہوئے اس سے کہا کہ یہ تونے کیا غضب کیا اس کام کے لیے تو آیا؟ اس نے کہا 'میں نے اپنے امام کی اطاعت کے حق کو پورا کیا' ابوالشعثاء نے جواب دیا کہ

"تونے خدا کی نافرمانی کی اور اپنے امام

کی اطاعت یقیناً تونے اس طرح اپنے نفس

کی ہلاکت کا سامان کیا اور ہمیشہ کے

لیے ننگ و عار اور آتشِ جہنم کا مستحق بنا

خداوندِ عالم نے یہ فرمایا ہے کہ کچھ امام

ایسے ہیں جو آتشِ جہنم کی طرف دعوت

دیتے ہیں اور روزِ قیامت انکی کوئی فریاد

رسی نہیں ہوگی۔ بے شک تیرا امام ایسا

ہی ہے"

وہ بہت بڑے تیرانداز تھے۔ روز عاشور اپنے گھٹنے ٹیک کر وہ امام کے سامنے بیٹھ گئے اور آٹھ تیر لگائے جن میں سے پانچ تیر ٹھیک نشانہ پر پڑے اور پانچ آدمیوں کو دشمنوں میں سے ہلاک کیا۔ جب تیر ختم ہو گئے تو وہ تلوار لیکر میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا :

میں یزید ہوں اور میرے باپ مہاصر  
تھے میں شیربیشہ سے زیادہ بہادر  
ہوں

خداوندا گواہ رہنا کہ میں حسین (ع)  
کاناصر اور ابن سعد سے بے تعلقی  
اختیار کرنے والا ہوں"

آخر درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ تاریخ میں یہ تصریح ہے کہ وہ ابتداء جنگ کے شہداء میں سے ہیں۔

\*\*

### <\* حملہ اولی \*>

حقیقتاً تاریخ کا یہ یادگار اور حیرت انگیز واقعہ ہے کہ تیس ہزار فوج کے مقابلہ پر بہتر یا زیادہ سے زیادہ سو ڈیڑھ سو نفوس ہوں اور وہ بھی تین دن کے بھوکے پیاسے اور اس کے باوجود وہ فوج کثیر اس جماعتِ قلیل سے نقصان پر نقصان اور شکست پر شکست اٹھائے اور اس کے بنائے کچھ نہ بنے۔ صبح سے دوپہر کے قریب تک کا وقت آجائے اور حسینی جماعت کی صف مثل ایک مضبوط و محکم آہنی دیوار کے سامنے موجود رہے۔ اس کے برخلاف افواجِ یزید میں اضطراب و بدنظمی کے آثار نمایاں ہوں اور وہ کسی ایک طریقہ جنگ پر قائم نہ رہ سکیں۔ راوی کا بیان ہے کہ اصحابِ حسین علیہ السلام نے سخت جنگ کی اور ان میں کے سواروں نے جو تعداد میں صرف بتیس (32) تھے لشکرِ یزید پر تابڑ توڑ حملے کیے اور وہ جس صف پر حملہ کرتے تھے اسکو منتشر کردیتے تھے۔ چنانچہ جب عزہ بن قیس نے جو لشکرِ یزید کے سواروں کی فوج کا افسر تھا یہ دیکھا تو اس نے عمر بن سعد کے پاس عبدالرحمن بن حصین کو یہ پیغام دیکر بھیجا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ آج صبح سے اس چھوٹی سی جماعت کے ہاتھوں میری فوج کی کیا حالت ہے؟ اب آپ پیادوں کی فوج اور تیراندازوں کے دستوں کو بھیجئے کہ وہ مقابلہ کریں 'لشکرِ یزید کے لیے کس درجہ شرم کا مقام تھا کہ اس کے سواروں کا افسر ہمت ہار چکا تھا اور کھلے ہوئے الفاظ میں اقرارِ شکست کر لیا۔ اس کے بعد پیادوں کی طرف رجوع کیا گیا اور شبت بن ربیع کو پیادہ فوج کا افسر تھا عمر سعد کا یہ تہدید پیغام پہنچا کہ تم آگے کیوں نہیں بڑھتے مگر اس نے حقارت آمیز جواب دیا کہ 'افسوس ہے اس مہم کو سر کرنے کے لیے سواروں کی اتنی بڑی فوج ناکافی سمجھی جائے اور میرے ایسے بڑے سردار کو زحمت دی جائے اور پھر تیراندازوں کی بھی ضرورت محسوس ہو رہی ہو کیا میرے سوا کوئی اور اس مہم کو سر کرنے کے لیے نہیں ملتا؟ یہ سنکر مجبوراً عمر سعد نے حصین بن تمیم کو اسی فوج کے ساتھ جو قادسیہ کی سرحد میں ناکہ بندی کی غرض سے تعینات رہ چکی تھی پانچ سو تیراندازوں کے اضافہ کے ساتھ مامور کیا کہ وہ آگے بڑھے اور خیمہ حسینی کے نزدیک جاکر پاس سے ان پر تیروں کا مینہ برسائے۔

فِنِ جنگ کے واقف کار اچھی طرح جانتے ہیں کہ تیروں کی زد کے لیے ایک محدود فاصلہ درمیان میں ہونا ضروری ہے۔ مقررہ فاصلہ سے زیادہ تیراندازی ایک طرح سے ہوئی فائروں کی حیثیت رکھتی ہے جس سے گزند نہ

پہنچنے کا قوی امکان ہوتا ہے مگر تھوڑی مسافت سے تیروں کی ہنگامہ خیز بارش ایک بے پناہ حملہ ہے۔ جس سے محفوظ رہنے کے لیے نہ فنونِ جنگ کام دے سکتے ہیں نہ شجاعت و جرات۔ اسی لیے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ یہ بزدلانہ طریقہ جنگ ہے اور شجاعانِ روزگار کے لیے ننگ۔ یہ ظاہر ہے کہ اصلی لشکر گاہ دو متخاصم فریقوں کے ایک دوسرے سے کافی فاصلہ پر ہوتے ہیں یقیناً اسی صورت پر کربلا میں بھی تھے۔ دونوں لشکروں کی صف آرائی بھی اس طریقہ پر ہوتی ہے کہ درمیان میں کافی وسیع مصاف باقی رہے اور یہ مسافت بھی کچھ کم نہیں ہوتی ہے۔ پہلی مرتبہ کے تیروں کی بارش کا عنوان یہ تھا کہ عمر سعد نے اپنے لشکر ہی سے جسکی صف آرائی ہوچکی تھی تیر چلایا اور اسی کے ساتھ اس کے لشکر والوں نے بھی تیر رہا کیے لہذا ان تیروں سے جماعتِ حسینی کا کوئی خاص نقصان نہیں ہوا تھا اور نہ ہونا چاہیئے تھا سوا اس کے کہ ان کے ذریعہ سے اعلانِ جنگ ہوگیا۔ اور عملی طور سے حرب و ضرب شروع ہوگئی۔ مگر اس وقت جس طریقہ سے تیراندازی مقصود تھی اسکی نوعیت بالکل مختلف تھی اس لیے کہ اس مرتبہ پورے طور سے جماعتِ حسینی کو زد پر لاکر تیر برسائے جارہے تھے۔ ظاہر ہے کہ تیر کی زد سے ڈھل یا نیز و شمشیر کے ذریعہ تحفظ ممکن نہیں ہے۔ البتہ تیر کو خالی دیکر اس سے بچا سکتا ہے مگر یہ اسی وقت کارگر ہوسکتا ہے جب ادھر ادھر تیروں کی زد سے خالی جگہ موجود ہو لیکن تصور میں اس منظر کو سامنے لایا جائے کہ صرف سو ڈیڑھ سو نفوس پر مشتمل جماعتِ حسینی صف باندھے ایستادہ ہے اور ان کے مقابلہ میں ہزاروں کی تعداد میں ایک فوج آکر کھڑی ہوجاتی ہے اور تیر برسانا شروع کرتی ہے تو وہ کتنی دیر زیادہ دور تک پھیلی ہوئی ہوگی اور جب اسکی طرف سے ایک مرتبہ مجموعی طور پر یک جہت اور ہم آہنگ ہوکر ایک نشانہ پر ایک ہی مرکز کو سامنے رکھے ہوئے بہت دور سے نہیں بلکہ قریب سے تیر برسائے جارہے ہیں تو کیا اس میں کوئی شک ہوسکتا ہے کہ ان تیروں نے ایک عظیم سیلاب ایک بڑے طوفان ، ایک تیز آندھی یا لوہے کی ایک چادر کی طرح چپ و راست ہر طرف سے اس مختصر جماعت کو ڈھانپ لیا ہوگا اور اس کے جسم کا کوئی حصہ ایسا باقی نہ ہوگا جو ان تیروں کی زد میں نہ آتا ہو۔ مگر انصارِ حسین علیہ السلام نے اس بے پناہ تیروں کے سیلاب کا یوں مقابلہ کیا کہ تلواریں سونت لیں اور لوہے کی ان چادروں کو اپنے سینوں سے ریلتے ہوئے دشمن کی فوج پر جا پڑے اور اس میں در آکر شمشیرزنی کرنے لگے۔

یہی وہ عظیم الشان حملہ اور گھمسان کی جنگ ہے جو تاریخوں میں "حملہ اولیٰ" کے نام سے مذکور ہے اور یہ ظہر سے ایک گھنٹہ قبل کا واقعہ ہے۔

اصحابِ حسین علیہ السلام نے پھر دشمن کو شکست دی اور فوج کو پسپا کیا مگر اس حملہ کا نتیجہ خود جماعتِ حسینی کے لیے بھی بہت دردانگیز ثابت ہوا چنانچہ جس وقت میدان صاف ہوا اور گرد و غبار دور ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ مختصر تعداد اور زیادہ مختصر ہوچکی تھی اس لیے کہ پچاس آدمی انصارِ حسین علیہ السلام میں سے درجہ شہادت پر فائز ہوئے تھے جن میں سے بعض تیروں کا نشانہ بنائے گئے تھے اور بعض جنگِ مغلوبہ میں شہید کیے گئے تھے۔ اس کے علاوہ جتنے گھوڑے اصحابِ حسین علیہ السلام کی سواری میں تھے وہ سب ختم کردیئے گئے تھے اور چند اصحابِ حسین علیہ السلام بھی جو سوار تھے اب پیادہ ہوگئے تھے۔ چنانچہ حُر بن یزید ریاحی بھی جنکا گھوڑا اس سے پہلے ہی زخمی ہو چکا تھا اب پیادہ ہوگئے جسکا تذکرہ ان کے دشمن ایوب بن مشرح خیوانی نے اس طرح کیا ہے کہ میں ہی وہ شخص تھا جس نے حُر کے گھوڑے کو پے کیا۔ بس میں نے ایک تیر ایسا لگایا کہ فرس تھرا کر زمین پر گرگیا اور حُر شیر کی مانند جست کرکے اسکی پشت سے علیحدہ ہوئے۔ تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے اور اس مضمون کا شعر پڑھ رہے تھے کہ

"اگر تم نے میرا گھوڑا پے کر ڈالا  
تو کوئی حرج نہیں  
میں ایک شریف انسان کا فرزند ہوں  
اور شیر سے زیادہ شجاعت کا مالک  
ہوں"

دوسرے مشاہد کا بیان ہے کہ انکا سا میں نے دوسرا شمشیر زنی کرنے والا نہیں دیکھا۔  
اس حملہ کے ذیل میں جو پچاس انصارِ حسین علیہ السلام شہید ہوئے ان میں نہیں کہا جاسکتا کہ کون پہلے  
شہید ہوا اور کون بعد میں، اس لیے ان کے حالات و واقعات حروفِ تہجی کی ترتیب سے درج کیے جاتے ہیں۔  
\*\*

#### نمبر (13). <\* ادھم بن امیہ عبدی بصری \*>

قبیلہ عبد قیس سے بصرہ کے باشندہ تھے۔ بصرہ میں ایک خاتون تھیں ماریہ بنت منقذ عبدیہ جو شیعہ علی  
علیہ السلام اور محبِ اہلبیت نبوت علیہم السلام تھیں اور ان کے مکان پر اکثر شیعیان علی علیہ السلام کا  
اجتماع ہوتا رہتا تھا۔ جب امام حسین علیہ السلام نے مکہ معظمہ سے کوفہ کی روانگی کا قصد کیا اور ابن زیاد  
بصرہ سے کوفہ کی گورنری پر مامور ہوا اور بصرہ کے نئے گورنر کی جانب سے ناکہ بندی کا انتظام ہوا تاکہ کوئی  
شخص نصرتِ حسین علیہ السلام کے لیے بصرہ سے نہ جانے پائے تو ماریہ عبدیہ کے مکان پر یزید بن ثبیط  
قیسی نے نصرتِ حسین علیہ السلام کی غرض سے کوفہ کی طرف جانے کا عزم ظاہر کیا۔ چونکہ صریحی طور پر  
انکا یہ مقصد خطرے سے خالی نہ تھا کچھ زیادہ اشخاص ان کے اس عزم سے ہم آہنگ نہ ہوئے پھر بھی یزید  
بن ثبیط کے دو فرزند اور چار دوسرے افراد وہ تھے جنہوں نے ان کے ساتھ اتحادِ عمل کیا۔ چنانچہ ان سب نے اپنی  
جانوں پر کھیل کر مقامِ ابطح پر جو کہ مکہ معظمہ ہی کی حدود میں تھا امام (ع) کی ہمراہی اختیار کی۔ ان  
ہی چار اشخاص میں ایک ادھم بن امیہ عبدی بھی تھے جو روزِ عاشور حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز  
ہوئے۔  
\*\*

#### نمبر (14). <\* امیہ بن سعد بن زید طائی \*>

قبیلہ طے کے بہادر، جنگ آزمہ اور شہسوار تھے۔ حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کے اصحاب میں  
محسوب ہوتے تھے اور آپ (ع) کے ساتھ جنگِ صفین میں شرکت بھی کی تھی اور کارِ نمایاں انجام دیا تھا۔ اس  
کے بعد انکا کوفہ میں قیام رہا۔ جب امام حسین علیہ السلام کے کربلا میں پہنچنے کی خبر ہوئی تو گفتگوئے  
صلح کے دوران میں کسی عنوان سے کوفہ سے کربلا پہنچے اور امام (ع) کی ہمراہی اختیار کی یہاں تک کہ  
حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔  
\*\*

#### نمبر (15). <\* جابر بن حجاج تیمی \*>

قبیلہ تیم اللہ بن ثعلبہ میں سے عامر بن نہشل تیمی کے آزاد کردہ غلام تھے۔ کوفہ کے باشندہ اور شہسوار

تھے۔ پہلے جناب مسلم بن عقیل علیہ السلام کی حمایت کے لیے کمر بستہ ہوئے تھے مگر حالات کے ناسازگار ثابت ہونے کے بعد مثل دوسرے بہت سے افراد کے وہ بھی اپنے قبیلہ میں روپوش ہو گئے تھے۔ جب امام (ع) کے کربلا میں وارد ہونے کی اطلاع ہوئی تو وہ عمر سعد کی فوج کے ساتھ کربلا پہنچے اور خفیہ طریقہ پر اس سے علیحدہ ہو کر انصارِ امام حسین علیہ السلام میں شامل ہو گئے اور حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

\*\*

#### نمبر (16)۔ < جبلة بن علی شیبانی \* >

کوفہ کے باشندہ ، بہادر اور شجاع تھے۔ جنگِ صفین میں حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے تھے۔ حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کی نصرت کے لیے کمر بستہ ہوئے تھے مگر حالات کی ناسازگاری کے بعد وہ بھی اپنے قبیلہ میں روپوش ہو گئے اور جب امام حسین علیہ السلام کربلا میں پہنچ چکے تو وہ بھی کسی نہ کسی صورت سے کوفہ سے آکر انصارِ حسین علیہ السلام میں شامل ہوئے اور حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

\*\*

#### نمبر (17)۔ < جنادہ بن کعب بن حارث انصاری خزرجی \* >

امام حسین علیہ السلام کی ہمراہی میں مکہ معظمہ سے متعلقین سمیت آئے اور حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

\*\*

#### نمبر (18)۔ < جویں بن مالک بن قیس بن ثعلبہ تیمی \* >

قبیلہ بنی تیم میں سکونت رکھتے تھے اس لیے اسی قبیلہ کی طرف منسوب ہوتے تھے اور جب کوفہ کے تمام قبائل امام حسین علیہ السلام کے خلاف جنگ کرنے کے لیے بھیجے جارہے تھے تو وہ بھی قبیلہ بنی تیم کے ساتھ عمر سعد کی فوج میں شامل ہو کر میدانِ کربلا تک پہنچے اور جب امام حسین علیہ السلام کے پیش کردہ شرائطِ صلح نامنظور کر دیئے گئے اور جنگ کا ہونا قطعی قرار پا گیا تو وہ اسی قبیلہ کے چند دوسرے افراد کے ساتھ شب کے وقت عمر سعد کی فوج سے جدا ہو کر رفقاءِ امام (ع) کی جانب آ گئے اور حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

\*\*

#### نمبر (19)۔ < حارث بن امراء القیس بن عابس کنذی \* >

شجاعانِ روزگار میں سے عابد و زاہد تھے اکثر لڑائیوں میں کارِ نمایاں انجام دے چکے تھے۔ ان کے مذہبی احساس اور ثبات و استقلال کا اس واقعہ سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ قلعہ بحبر کا محاصرہ کرنے والوں میں شامل تھے جب مرتدین کو اس قلعہ سے باہر نکال کر قتل کیا جانے لگا تو حارث نے اپنے حقیقی چچا پر حملہ کیا۔ اس نے کہا 'میں تو تمہارا چچا ہوں' حارث نے جواب دیا کہ "مگر اللہ میرا پروردگار ہے اور اسکا حکم مقدم ہے"

کربلا میں وہ بھی عمر سعد کی فوج میں داخل ہو کر پہنچے تھے لیکن شرائطِ صلح کے نامنظور ہونے کے بعد اس سے علیحدہ ہو کر اصحابِ حسین علیہ السلام کے ساتھ ہو گئے اور روزِ عاشور حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت

پر فائز ہوئے۔

\*\*

#### نمبر (20)۔> \* حارث بن بنہان \*

ان کے والد بنہان حضرت حمزہ بن عبدالمطلب علیہما السلام کے غلام ، بہادر اور شہسوار تھے۔ جنگ اُحد میں جناب حمزہ علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی۔ اس کے دو برس بعد بنہان نے دنیا سے رحلت کی۔ اس سے بعد سے حارث نے جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں رہنا اختیار کیا اور پھر امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں رہے۔ جب امام حسین علیہ السلام نے مدینہ سے ہجرت فرمائی تو حارث بھی ہمراہ رہے اور روزِ عاشور حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

\*\*

#### نمبر (21)۔> \* حباب بن حارث \*

ابن شہر آشوب نے حملہ اولیٰ کے شہداء میں انکا بھی نام درج کیا ہے حالات بالکل معلوم نہیں ہوئے۔

\*\*

#### نمبر (22)۔> \* حباب بن عامر بن کعب تیمی \*

قبیلہ تیم اللات بن ثعلبہ میں سے کوفہ کے باشندہ شیعہ علی علیہ السلام تھے اور جناب مسلم بن عقیل علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ جناب مسلم علیہ السلام کی شہادت کے بعد وہ اپنے قبیلہ میں روپوش ہو گئے۔ جب امام حسین علیہ السلام کی کوفہ کی جانب روانگی کی اطلاع ان کو ہوئی تو وہ خفیہ طور پر کوفہ سے باہر نکلے اور راہ میں امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ کر ہمراہ رکاب ہوئے یہاں تک کہ روزِ عاشور حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

\*\*

#### نمبر (23)۔> \* حبشۃ بن قیس نہمی \*

پورا نام و نسب حبشۃ بن قیس بن سلمۃ بن طریف بن ابان بن سلمۃ بن حارثہ ہمدانی نہمی تھا۔ حافظ ابن حجر کا بیان ہے کہ ان کے دادا سلمۃ بن طریف صحابہ پیغمبر (ص) میں سے تھے اور خود حبشۃ بن قیس راوی حدیث تھے۔ روزِ عاشور حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

\*\*

#### نمبر (24)۔> \* حجاج بن زید سعدی تمیمی \*

قبیلہ بنی سعد بن تیم میں سے بصرہ کے باشندہ تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے مکہ معظمہ سے روانگی کے موقع پر چند خطوط رؤسائے بصرہ کے نام روانہ فرمائے تھے جن میں سے ایک مسعود بن عمرو ازدی کے نام تھا۔ مسعود نے اپنے قبیلہ کے تمام اقوام بنی تمیم ، بنی حنظلہ ، بنی سعد اور بنی عامر کو مجتمع کر کے ایک تقریر کی جس میں ان کو نصرتِ امام حسین علیہ السلام پر آمادہ کرنا چاہا۔ جس کے نتیجہ میں ایک جماعت نے نصرتِ امام (ع) کا وعدہ کیا۔ مسعود نے ایک خط امام (ع) کے نام تحریر کیا جس میں حضرت کی تشریف آوری عراق پر اظہارِ مسرت کرتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ میں نے بنی تمیم اور بنی سعد کو تمام تر آپ (ع) کی نصرت

پر آمادہ کر لیا ہے اور وہ سب آپ (ع) پر اپنی جان نثار کریں گے۔ یہ خط حجاج بن زید سعدی کے ہاتھ روانہ کیا گیا تھا۔ چنانچہ وہ کربلا میں آکر امام (ع) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

\*\*

#### نمبر (25). <\* حلاس بن عمرو ازدی راسبی \*>

اصحابِ حضرت علی علیہ السلام میں سے تھے اور حضرت امیر علیہ السلام کے زمانہ خلافت میں کوفہ میں پولیس کے افسر کی حیثیت رکھتے تھے وہ میدانِ کربلا میں عمر سعد کی فوج کے ساتھ آئے تھے مگر گفتگوئے مصالحت کے ناکام ہونے پر مخفی طریقہ سے شب کے وقت اصحابِ حسین علیہ السلام میں شامل ہو گئے اور حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

\*\*

\*\*

#### نمبر (26). <\* حنظلہ بن عمر شیبانی \*>

ابن شہر آشوب نے انکا نام بھی حملہ اولیٰ کے شہداء میں ذکر کیا ہے۔ حالات معلوم نہیں!!

\*\*

#### نمبر (27). <\* زاهر بن عمرو اسلمی کندی \*>

اصحابِ رسول (ص) میں سے راوی حدیث تھے اور بیعتِ رضوان کے شرف سے بہرہ اندوز ہوئے تھے۔ صلح حدیبیہ کے بعد جنگِ خیبر میں شریکِ جہاد بھی ہوئے تھے۔ شجاعت انکی ممتاز صفت اور نمایاں جوہر تھا اور اہلبیتِ رسول علیہم السلام کی محبت ان کے لیے سرنامہ اعزاز۔ جب زیاد بن ابیہ معاویہ کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا اور عمرو بن الحمق الخزاعی نے اسکی مخالفت کا علم بلند کیا تھا تو زاهر بھی ان کے ساتھ تھے۔ جب معاویہ نے عمرو بن الحمق کی گرفتاری کا حکم بھیجا تو زاهر کے نام بھی وارنٹ جاری ہوا تھا مگر وہ روپوش ہو گئے اور قبضہ میں نہ آ سکے۔

سنہ 60ھ میں حج بیت اللہ الحرام سے شرفیاب ہوئے۔ اسی سلسلہ میں امام حسین علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور وہ اصحابِ حسین علیہ السلام میں شامل ہو گئے۔ یہاں تک کہ امام (ع) کی ہمراہی میں کربلا آئے اور روز عاشور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔ اصحابِ آئمہ میں سے محمد بن سنان زاہری متوفی سنہ 220ھ جو امام علی الرضا علیہ السلام اور امام محمد تقی علیہ السلام کے رواۃ میں سے تھے انہی کی نسل سے تھے۔

\*\*

#### نمبر (28). <\* زبیر بن بشر خثعمی \*>

حملہ اولیٰ کے شہداء میں انکا بھی شمار ہے۔ حالات معلوم نہیں!!

\*\*

#### نمبر (29). <\* زہیر بن سلیم بن عمرو ازدی \*>

شبِ عاشور جب لشکرِ یزید نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے کا قطعی فیصلہ کر لیا تو وہاں سے نکل کر اصحابِ حسین علیہ السلام کی طرف آگئے اور آپ (ع) کی نصرت کرتے ہوئے حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

### نمبر (30). <\* سالم مولیٰ عامر بن مسلم العبدی \*

اپنے مالک کے ساتھ اسی قافلہ میں جو یزید بن ثبیط قیسی کے ساتھ بصرہ سے مقام ابطح میں پہنچا تھا امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور روزِ عاشور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

### نمبر (31). <\* سلیم \*

امام حسین علیہ السلام کے باوفا غلام تھے اور کربلا میں نصرتِ امام حسین علیہ السلام کا حق ادا کرتے ہوئے حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

### نمبر (32). <\* سوار بن ابی عمیر نہمی \*

سوار بن منعم بن حابس بن ابی عمیر بن نہم الہمدانی النہمی راویانِ حدیث میں سے تھے۔ امام حسین علیہ السلام کے کربلا پہنچنے کے بعد گفتگوئے صلح کے دوران میں کربلا پہنچے تھے۔ روزِ عاشور حملہ اولیٰ میں نصرتِ حسین علیہ السلام میں جنگ کا شرف حاصل کیا یہاں تک کہ زخمی ہو کر گر گئے۔ دشمن ان کو گرفتار کر کے عمر سعد کے پاس لے گئے۔ اس نے چاہا کہ ان کو قتل کرادے مگر ان کے ہم قبیلہ سپاہی مانع ہوئے اور انہیں بچا کر اپنے ساتھ لے گئے لیکن وہ زخمی اتنے ہوچکے تھے کہ جانبر نہ ہوسکے اور چھ مہینے تک انہی زخموں کی تکالیف میں مبتلا رہنے کے بعد انتقال کیا۔

### نمبر (33). <\* سیف بن مالک عبدی \*

قبیلہ عبد قیس میں سے بصرہ کے باشندہ اور ان شیعانِ علی علیہ السلام میں سے تھے جو ماریہ بنت منقذ عبدیہ کے مکان پر مجتمع ہوا کرتے تھے۔ یزید بن ثبیط قیسی کے ساتھ نصرتِ امام حسین علیہ السلام کے لیے روانہ ہوئے اور مقام ابطح پر آپ (ع) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

### نمبر (34). <\* شبیب بن عبداللہ \*

حارث بن سریع ہمدانی جابری کے غلام ، صحابیِ رسول (ص) اور حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کے ساتھ جمل ، صفین اور نہروان تینوں لڑائیوں میں شرکت کا شرف حاصل کیے ہوئے تھے۔ کوفہ کے باشندہ تھے اور کربلا میں سیف بن حارث بن سریع اور مالک بن عبد بن سریع دونوں آقا زادوں کی معیت میں امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تھے۔ روزِ عاشور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

### نمبر (35). <\* شبیب بن عبداللہ نہشلی \*

طبقہ تابعین میں سے حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب محسوب ہوتے تھے اور آپ (ع) کے ساتھ تینوں لڑائیوں میں شریک ہوئے تھے۔ پھر امام حسن علیہ السلام اور انکے بعد امام حسین علیہ السلام کے اصحاب

میں اور آپ (ع) کے مخصوصین میں سمجھے جاتے تھے۔ جب امام حسین علیہ السلام نے مدینہ چھوڑا اور سفرِ غربت اختیار کیا تو شیب بن عبداللہ وہیں سے آپ (ع) کے ہمراہ رکاب رہے یہاں تک کہ کربلا میں حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

\*\*

#### نمبر (36). < \*ضرغامہ بن مالک تغلبی \* >

انہوں نے کوفہ میں جناب مسلم بن عقیل علیہ السلام کی بیعت کی اور انکے شہید ہونے کے بعد وہ بھی روپوش ہو گئے۔ پھر عمر سعد کی فوج کے ساتھ میدانِ کربلا پہنچے اور پوشیدہ طریقہ پر اصحابِ حسین علیہ السلام کے ساتھ ملحق ہو گئے۔ یہاں تک کہ حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

\*\*

#### نمبر (37). < \*عامر بن مسلم عبدی بصری \* >

بصرہ کے باشندہ، انہی شیعانِ علی علیہ السلام میں سے تھے جو ماریہ بنت منقذ کے مکان پر جمع ہوا کرتے تھے۔ یزید بن ثبیط قیسی کے ساتھ وہ بھی نصرتِ امام (ع) کے لیے روانہ ہوئے اور مقامِ ابطح پر آپ (ع) کی خدمت میں پہنچے۔ پھر روزِ عاشور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

\*\*